جلد ۱ || ۲۴ دسمبر مطابق ۲۴ شعبان ۵ھ || شمارہ ۴

اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ بھی کام نہ آئیگا۔ اور نہ اسکی طرف سے
کسی کی سفارش قبول ہوگی اور نہ اس سے معاوضہ لیا جائیگا اور نہ ان کی مدد کیجائیگی۔
"سورۂ بقر"

جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اگر تم ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہوگے
تو ہم تمہارے قصور محو کر دینگے اور تمکو لیجا کر مقام عزت میں جگہ دینگے۔ "سورۂ نساء"

بڑی خرابی اسں شخص کے لئے ہے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) مُنہ در
در رُو طعنہ دینے والا ہو (غایت حرص) سے بار بار گنتا رہا ہو وہ خیال کر رہا ہو کہ اسکا مال اسکے پاس
سدا رہیگا۔ ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائیگا جس میں جو کچھ پڑے
وہ اسکو توڑ پھوڑ ڈالے "سورۃ الہمزہ"

جہانتک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور اسکے حکم کو اور اس پر عمل کرو، اور
اسکی راہ میں خرچ کرتے رہو کہ تمہارے اپنے ہی لئے بہتر ہے اور جو شخص انسانی حرص سے
محفوظ رہا تو ایسے ہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔ "قرآن"

مددگاران دین الٰہی پر جب کبھی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ جزع فزع نہیں
کرتے بلکہ صبر کے ساتھ اسکو برداشت کرتے ہیں اس سے انکا خدا بہت خوش ہوتا ہے (قرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت واپس آیا کرتے
تھے اور تشریف لاتے تو پہلے دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ "حدیث"

سب سے پہلے ہمنے اپنی امانت کو زمینوں، آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا
تو انہوں نے کما حقہ ادائیگی نہ کرنے کیوجہ سے اس سے ہمت ہار دی اور صاف انکار کر دیا کہ ہم میں
اسکے اٹھانیکی طاقت نہیں ہے لیکن جب یہی امانت ہمنے انسان کے سپرد کی تو اسنے اسکو بلا تامل اٹھالیا۔ "قرآن"

شذرات

"مستقبل" کے تین ہفتہ وار پرچے آپ کی خدمت میں پہونچ چکے ہیں، اور یہ چوتھا نمبر حسب وعدہ ماہنامہ کی شکل میں آپ کے پیش نظر ہے۔ ناظرین نے اخبار کے مطالعہ سے اندازہ لگایا ہوگا کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔ اور ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہیں، ہمارے پاس ملک کے مختلف گوشوں سے بیشقدر پیغامات موصول ہوئے ہیں اور معاصرین نے جو تنقیدیں شائع کی ہیں انہیں دیکھکر یہ کہنا غلط نہیں کہ ہماری آواز دور دور پہونچ رہی ہے اور ہم سیدھے راستہ پر ہولئے، ملک کے ممتاز اہل قلم اور اور معاصرین نے توجہ فرمائی تو قبول خاص و عام کی سند مل رہیگی۔

اگرچہ "ماہنامہ" ظاہری خوبیوں سے کچھ زیادہ آراستہ نہیں ہے لیکن اپنے ادبی مضامین چیدہ غزلوں، سیاسی و تاریخی مقالوں اور فسانوں کے لحاظ سے نظرانداز کرنے کی چیز نہیں بلکہ توجہ کے لائق ہے۔

ملک کے مشہور و ممتاز شاعر حضرت جگر مرادآبادی، مجروح سلطانپوری کی غزلیں اس ماہنامہ کی زینت ہیں۔ فسانے بھی اپنی نوعیت اور دلچسپی کے لحاظ سے قابل قدر ہیں۔ ادبی مضامین میں "حجابیات اکبر" کے عنوان سے اُردو کے زبانہ شناس مصلح شاعر کی زندگی سے نقاب اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے اور ان کی دلچسپ مگر تلخ شاعری کے "پردہ" پر محققانہ نظر ڈالی گئی ہے جو زبان کی ایک گرانقدر خدمت ہے۔
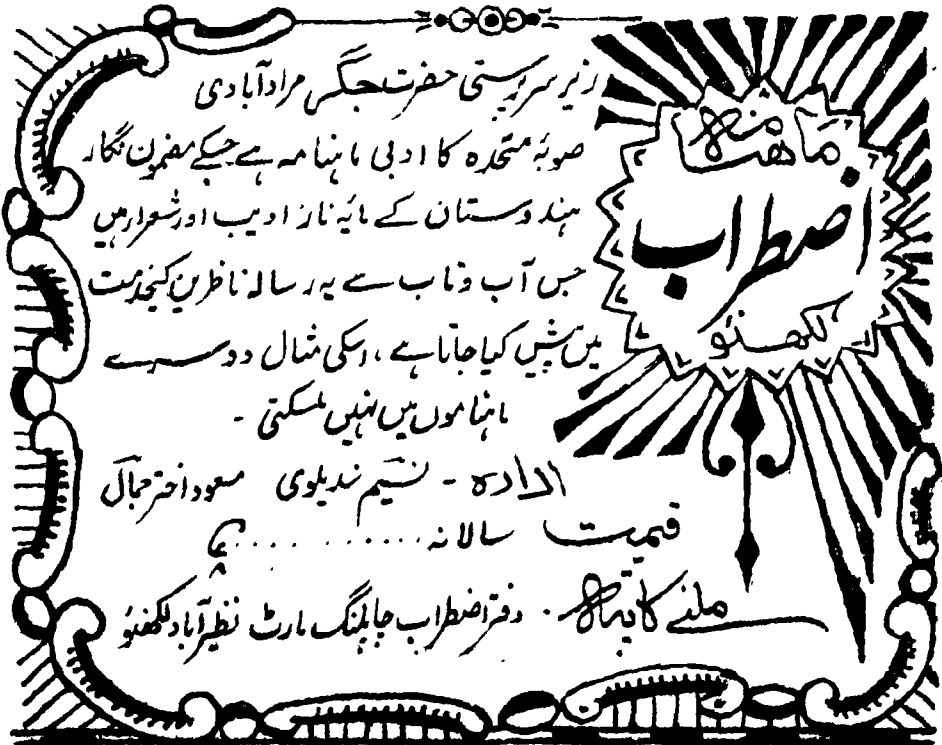
"مستقبل" کی ایک اور خصوصیت اسکا "جام جہاں نما" ہے جس میں واقعات عالم تاریخ وار منعکس ہوتے ہیں، یورپ میں جو کچھ ہو رہا ہے اسکے سمجھنے کیلئے وہاں کی تحریکوں اور ملکوں پر ہم نے مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے جس سے نہ صرف یورپ بلکہ پوری دنیا کی بدلتی ہوئی حالت سمجھنے میں بڑی سہولت ہوگی۔

اوپر جن خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ

ناظرین کو ان مقاصد کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے تاکہ پڑھنے کے بعد رائے قائم کیجا سکے کہ یہ کچھ "مستقبل" کے صفحات میں ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے تو آپ ادارے کی کوتاہیوں پر نظر ڈالیے اور ہمیں بتایئے کہ وہ کمی پوری کی جائے۔

آخر میں ہم اپنے معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے ادبی مضامین اور اپنی بلند پایہ غزلوں سے پرچہ کے معیار و خوبی کو بلند فرمایا ہے ہیں۔ خصوصاً حضرت جگر مرادآبادی کی خدمت میں شکریہ پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی اعانت فرمائینگے۔ اور اپنے عزیز دوست اور خاص معاونین جناب مجروح و جمال، شکیب درد کاکوروی۔ سرورش۔ سے شکریہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ آئندہ ہمیشہ "مستقبل" کے معیار کو بلند رکھینگے۔ اور تشنگان شعر و ادب کے لئے سامان فراہم فرمائینگے۔ اپنے محترم بزرگ و سرپرست مولانا غلام حسنین صاحب۔ مولانا ابوالحسن علی و مولانا شاہ جعفر صاحب سے بعد شکریہ ملتمس ہیں کہ اپنے علمی و اخلاقی مضامین سے "مستقبل" کے صفحات کو روشن فرمائیں گے۔

"ادارہ"

(حضرت جگر مرادآبادی)

پیہم جو آہ آہ کئے جا رہا ہوں میں
دولت ہے غم زکات دئے جا رہا ہوں میں

بے کیف دل ہے اور جئے جا رہا ہوں میں
خالی ہے شیشہ اور پئے جا رہا ہوں میں

وہ دل کہاں ہے اب کہ جسے پیار کیجئے
مجبوریاں ہیں ساتھ دئے جا رہا ہوں میں

پہلے شراب زیست تھی اب زیست ہے شراب
کوئی پلا رہا ہے پئے جا رہا ہوں میں

جاتا ہوں تیری بزم سے لیکن یہ ہے خیال
مجھکو بھی اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں میں

مجبوری کمال محبت تو دیکھنا
جینا نہیں قبول جئے جا رہا ہوں میں

حجابیات اکبر الہ آبادی

(از جناب ابو الحیا محمد عقیل صاحب ندوی لکچرر طبیہ کالج علی گڈھ)

حضرۃ اکبر الہ آبادی کا مجموعہ کلام بہت ضخیم نہیں لیکن اپنے اندر جو خصوصیات رکھتا ہے انکا جامع کوئی دوسرا شاعر ممکن ہے ہندوستان یا دنیا کے کسی متمدن گوشہ میں کبھی پیدا ہو کر کچھ کام کر گیا ہو، لیکن کسی ایسے شاعر کا تذکرہ یا کلام آج پیش نہیں کیا جا سکتا - یہ ہو سکتا ہے کہ اس کا نام اور کلام بھی اس کے ساتھ مردہ ہو کر دفن ہو چکا ہو -

زندگی کے تقریباً ہر شعبہ پر جس انداز سے اکبر مرحوم نے روشنی ڈالی ہے اور جس سادگی و پرکاری کے ساتھ ہنس ہنس کر اور ہنسا ہنسا کر تلخ باتیں لکھ گئے ہیں وہ انہیں کا حصہ تھا -

اعلیٰ سیاسیات واخلاق سے لے کر گھریلو اور انفرادی زندگی کے ادنیٰ سے ادنیٰ پہلو پر ان کی باریک بیں اور نکتہ رس نگاہ کی رسائی کا پتہ چلتا ہے -

اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کے سلسلہ میں اکبر کی خدمات اکبر کو مصلح عظیم کا لقب دلانے کی ضامن ہیں - حالی نے اصلاح معاشرت اور تہذیب اخلاق کی خدمت انجام دی اور ان کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا دشوار ہے - مسلم قوم کی زبون حالی، بے علمی اور بدکرداری کے جو نقشے کھینچے ہیں وہ یقیناً عبرت کا سامان ہے لیکن ان کے کلام میں واعظانہ شان اور رونے رلانے کا رنگ غالب ہے جس سے وہی قلوب متاثر ہوں گے جو تاثر کے لئے پہلے سے آمادہ ہوں اور وعظ و پند کی مجالس سے گریز نہ کرتے ہوں - برخلاف اس کے اکبر نے جو طریقۂ رشد و ہدایت اور اسلوب پند و نصائح اختیار کیا ہے وہ ایسا ہے کہ اسکا اثر ایک طرف مسجد و خانقاہ کے گوشوں میں بیٹھنے والوں کے قلوب پر ہوتا ہے تو دوسری طرف رندِ خرابات بھی اس کے فیض سے قطعی محروم نہیں رہ جاتا -

اس مضمون میں اکبر کے کلام پر تبصرہ یا انکی زندگی پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے بلکہ

صرف ان کے کلام کے بے انتہا عنوانات میں سے صرف ایک عنوان سے متعلق "کلیات اکبر" کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے جو اشعار ملے ہیں انہیں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں -

اکبر نے پردہ بے پردگی اور ان کے نتائج کے متعلق اپنے کلیات میں جا بجا اظہار خیال کیا ہے - میں ان اشعار کو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں لیکن اس سے میرا مقصد ہرگز نہیں ہے کہ میں اس کتاب میں ایک باب کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں جو پردہ کی بحث کیلئے ملک میں لکھی ہوئی ہے بلکہ میرا مطمح نظر صرف اتنا ہے کہ جواہرات کے انبار میں سے ایک نوع کے جواہرات کو چن کر قدر دانوں کے سامنے رکھ دوں خراج تحسین حاصل کرنا ان گوہر پاروں کا کام ہوگا -

کلیات اکبر کے مختلف دیوانوں میں "حجابیات" کے سلسلہ میں اشعار ملتے ہیں - ان اشعار کی ترتیب میں ردیف کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے - میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ ان اشعار کو ردیف کے لحاظ سے ترتیب دوں ملاحظہ ہو -

(الف)

پردہ توڑا آپ نے اس بت کو آپا کر دیا　　خود پری تھی اب اسے پریوں کا سایہ کر دیا

اکبر مرحوم پردہ در کی ملامت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ نے پردہ توڑ کر ایک عزیز ترین چیز کی عزت و وقار میں اضافہ نہیں کیا بلکہ اس کی ذلت کا سامان مہیا کیا ہے کہ بت کو آپا اور پری کو پری کا سایہ بنا دیا -

ظرافت اور طنز کا بادشاہ بے پردگی کی تدریجی رفتار اور اس کی آخری منزل کو اپنے مخصوص انداز میں ظاہر کرتا ہوا لکھتا ہے -

پردہ کو کیا ہے خود اٹھانگا پیدا　　خود ہم نے کیا ہے زار و ننگا پیدا
کیا خوب کہا ہے مولوی مہدی نے　　نیچر نے کیا ہے ہم کو ننگا پیدا

شاعر اپنی قوم کی ذہنی غلامی کا ماتم جس حسن انداز سے اس شعر میں کر رہا ہے اسے دیکھیے اور سر دھنیے - صنعت تقابل بھی پر لطف ہے -

دکھائی فلسفۂ مغربی نے وہ مردمی کہ پردہ کھل گیا اس قوم میں زنانوں کا
اکبر کا دائرہ اختیار و اقتدار محض خیال آفرینی، ندرت فضا میں قوافی اور طنزیات تک محدود نہیں بلکہ عربی کے کلمات اور مرکبات ایسی برجستگی اور حسن و خوبی سے نباہتے ہیں کہ سر دھنا پڑتا ہے۔ سنئے۔

بجز آزادی میں یہ کیسا ممتزج ہو گیا قاصرات الطرف کو شوق تبرج ہو گیا
قاصرات الطرف اور تبرج سے اشارہ ہے کلام پاک کی بعض آیات کی طرف جنمیں یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور اپنی نمائش سے احتراز کا حکم دیا گیا ہے۔
تہذیب جدید سے آراستہ قوم کی غیرت و حمیت کے کھو جانے پر حضرت اکبر شکوے کے پیرایہ میں شکوہ کرتے ہیں اور یہ طریقہ غالباً اس لئے اختیار کر رہے ہیں کہ شاید رگ حمیت میں تڑپ پیدا ہو جائے۔ کہتے ہیں۔

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں حجاب ان کو نہیں آتا انہیں غصہ نہیں آتا
ٹھیٹھ ہندی اور خالص نسوانی محاورات کی بندش بھی اکبر کا حصہ ہے۔ چنانچہ اپنی بیچارگی اور شکست کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

غریب اکبر نے بحث پردہ کی کی بہت کچھ مگر ہوا کیا نقاب الٹ ہی دی اس نے کہکر کہ کر ہی لیگا مرا موا کیا
بے پردگی کو تقویٰ شکنی کا باعث جا بجا قرار دیا ہے ایک شعر یہاں بھی ملاحظہ ہو۔

نئے طریقوں سے مقصد شرع کار فرما نہ ہو سکے گا ادھر جو پردہ نہ ہو سکیگا ادھر بھی تقویٰ نہ ہو سکے گا
اکبر اپنے مخصوص انداز سے فراہٹ کر متانت اور صفائی کے ساتھ ایک سچے ناصح ہمدرد اور حکیم کے روپ میں نظر آتے ہیں اور پس پردہ کھڑے ہو کر خواتین مشرق کو ناموس و حیا کی اس قدر و قیمت سے آشنا کرنا چاہتے ہیں جو ان کی اپنی نظر میں ہے۔

تمکین اک نشان ہے عصمت کی آن کا پردہ بس اک ظہور ہے عورت کی شان کا
پردہ تو ان کا حق ہی نہیں انہیں خبر کچھ آیا ہے ان پہ وقت یہ سخت امتحان کا
شوخی مغربی کے خریدار ہیں بہت گاہک مگر خدا ہے حیا کی دکان کا
تہذیب نو کے گرفتار اور مغربی دوکان کی سجاوٹ اور نمائش سے مسحور ہو کر بنیا بانہ گرنے والوں

کی مختصر کیفیات چند اشعار میں جس خوبی سے اس شاعرِ عظیم نے قلمبند کردی ہیں وہ اسی کا حصہ ہے
ملاحظہ ہو -

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو ابھارا — اک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
پتلون میں وہ تن گیا یہ سایہ میں پھیلی — پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا
کچھ جوڑ تو ان میں کہ ہوئے بال ہیں نقصال — باقی جو تھے گھر ان کا تھا افلاس کا مارا
بیزار ہوا دہ کہ جب میں یہ جنگی آیا — بی بی نہ رہی جب تو میاں پر بھی سدھارا
دونوں جو کبھی ملتے ہیں گاتے ہیں یہ مصرع — آغاز سے بدتر ہے سرانجام ہمارا

اکبر نے کہا یہ اور تصریح میں جو کچھ اوپر لکھا ہے اور جواب لکھ رہا ہے اسے آپ دیکھئے اور چاہئے لطف لیجئے چاہے غیرت سے گردن جھکا لیجئے ۔

سایہ مدت ہوئی غبارہ بنا — پائجوں میں بھی اب ابھری ہے ہوا

ایک اور شعر ملاحظہ ہو -

کیا گزری جو اک پڑھے کا عدو در وکے پلیس سے کہتا تھا
عزت بھی گئی ، دولت بھی گئی ، بی بی بھی گئی زیور بھی گیا

ممکن ہے آپ اسے ایک فرضی اور خیالی کہانی بتائیں ، لیکن حقائق کو کہاں تک اور کب تک چھپایا جا سکتا ہے -

ایک مشہور قطعہ ملاحظہ ہو -

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بی بیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

ساری قوم کی طرف سے اکبر محجوب اور منفعل بن کر قوم کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتا ہے اور اس جرم بے پردہ دری کا مجرم مردوں کو قرار دیتا ہے ۔ لیکن غالباً اب اس کی ذمہ داری تنہا ایک فریق پر نہیں عائد کی جا سکتی -

(ٹ)

پردہ میں ضرور ہے طوالت بے حد — انصاف پسند کو نہیں چاہئے ہٹ

تشبیہ بری نہیں اگر میں یہ کہوں — بیگم ہے بیچوان لیڈی سگریٹ

اس تشبیہ کی لطافت اور جامعیت کا لطف انہیں حضرات کو آسکتا ہے جو بیچوان اور سگریٹ سے ذوق رکھتے ہوں یا کم از کم بیچوان کی تیاری کے مدارج سے پوری طرح واقف ہوں۔ آزاد طبیعت پردہ کی پابندیوں میں جو دقتیں محسوس کرتی ہے اس میں شبہ نہیں لیکن جس طرح حقہ اور بیچوان سے ذوق رکھنے والا باوجود اس سلسلہ کی ساری زحمتوں کے ایک آن میں سلگ جانے والی چیز سگریٹ کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا اسی طرح اکبر "لیڈیٹ" کی سہولتوں، دل فریبیوں، اور شوخیوں کو بیگمیت کے صبر آزما لیکن فرحت بخش ٹھاٹ کے سامنے ہیچ اور ناقابل اعتنا سمجھتے ہیں۔

(۵)

کس نماند است کہ در بیشہ شکارے بکند — تیغ گیرد بکف و فتح و بارے بکند

ایں زماں ہمت مرداں ہمیں محدود داست — زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند

اشعار بالا میں جس طرح مردان عہد حاضر کی کم ہمتی اور بے ہمتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس خوبی سے خلف اور سلف کا مقابلہ اور موازنہ کیا گیا ہے باید و شاید۔ اکبر نے خفیف تغیر سے "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کو کس خوبی سے اپنا لیا ہے۔

غزل

(حضرت افضلی [illegible])

اٹھتی جاتی ہے وہ نگاہ کرم — بڑھتی جاتی ہیں لذتیں غم کی
آخرش انکو پیار آہی گیا — مجکو راس آئی زندگی غم کی

آئے تم اور بار بار آئے — ہائے رات، انتظار پیہم کی
اللہ اللہ ایک دل کے لئے — کلفتیں اور سارے عالم کی

پوچھئے آفتاب کے دل سے — ایک ہلکی سی آہ شبنم کی
رکھتی ہے کتنے جاوداں لمحے — زندگی، وہ بھی ایک دو دم کی

گوشۂ چشم یار پر صدقے — شورشیں فتنۂ دو عالم کی
کر رہی ہے کسی کا دامن تر — ہائے نظارگی چشم پرنم کی

(از جناب شکیب صاحب ندوی)

اے بدنصیب وہ دن ہیں یاد زندگی کے
جب میں تھی اور وہ تھے دن تھے ہنسی خوشی کے
بستر تھا سیج اپنا یہ مانگ بھی بھری تھی
یہ کشت حسن اپنی ہر دم ہری بھری تھی
باغ ارم سے ہرگز یہ غم کدہ نہ کم تھا
پہلو میں میں تھی انکے مجھکو نہ کوئی غم تھا
دل آشنا نہ غم سے میرا کبھی ہوا تھا
مجکو نہ باد غم کا جھونکا کبھی لگا تھا
دست و گلو و بازو تھے زیور سے سب مزین
اے کاش جانتی میں لٹ جائیگا یہ گلشن

اے بدنصیب تیرا اک یہ ہے اب زمانہ
صیاد نے اجاڑا ہے تیرا آشیانہ
وہ سیج خار سے بھی بڑھ کر ہے سخت مجکو
دکھلائے دیکھئے کیا بگڑا یہ بخت مجکو
مجکو وہ دیکھتے تھے میں انکو دیکھتی تھی
پہلو میں میرے دولہن اک اور بھی کھڑی تھی
جی بھر کے ان کو دیکھا خود پر کبھی نظر کی
باہم گلے ملے ہم یوں زندگی بسر کی

غم میں تمہارے آنسو ہمارے نکل رہے ہیں
سرمہ سہاگ کا یہ افسوس دھو رہے ہیں
تم جاکے سو رہے ہو یہ رات کالی کالی
رو رو کے کاٹتی ہے پیارے تمہاری جوگنی"
آتا ہے یاد مجکو عہد شباب انکا
کہدے کوئی ہوا ہے خانہ خراب انکا
اس دل میں یاد انکی ہر دم بسی رہیگی
اس گھر میں وہ رہینگے اور بیوگی رہیگی

حکومت

(از جناب حسن علی صاحب ندوی)

روزمرہ کی بات چیت اور رسائل و اخبارات کے صفحات میں حکومت، ریاست اور سلطنت کا لفظ بار بار دہرایا جاتا ہے، خصوصاً سیاسی نظم کی تبدیلی اور فرقہ وارانہ کشمکش نے اس کو اور بھی اہمیت دیدی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اسکے اصطلاحی اور سیاسی معنوں سے واقف ہیں یا صحیح طور پر ان میں امتیاز کر سکتے ہیں۔

آجکل جبکہ ہندوستان ایک انقلابی دور سے گذر رہا ہے اور آزادی کے نام سے نئے آئین و مناسب نظام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ عوام میں بیداری پیدا کرنے کے ساتھ ہی ساتھ انہیں اتنی سیاسی سمجھ اور سوجھ بوجھ پیدا کر دیں کہ وہ اپنے فائدہ اور نقصان کو خود محسوس کر سکیں اور اپنے حاصل شدہ اختیارات کا صحیح استعمال کر کے ہندوستان کے سیاسی نظام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

اس خیال کے ماتحت آسان زبان اور سادہ پیرایہ بیان میں ہم حکومت، ریاست، اور سلطنت کی تعریف، ان کا باہمی فرق، اور اُن کے حدود عمل بیان کرینگے، اور یہ دکھلائیں گے کہ انکے متعلق کیا کیا نظریات قایم کئے گئے اور ان نظریات کا ان کے نظام اور عمل پر کیا اثر پڑا۔

حکومت سیاسی اصطلاح میں وہ مجموعہ یا جماعت جسے اپنی سلطنت کے قواعد کی رو سے سیاسی اقتدار حاصل ہو اور انتظام ملکی اسکے ہاتھ میں دیدیا گیا ہو "حکومت" کہلاتا ہے۔ عام بول چال میں لفظ حکومت کبھی سلطنت کے معنی میں، کبھی ان اشخاص کیلئے جو حکومت کے رکن یا ممبر ہوتے ہیں اور کبھی ذی اقتدار جماعت کی ترکیب اور نوعیت کے ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ لیکن ان تمام صورتوں میں اسکا استعمال مجازاً ہوتا ہے۔

اس کا مطلب اچھی طرح سمجھانے کیلئے ہم ہندوستان کی مثال دیتے ہیں۔ یو۔پی کے صوبہ کو لے لیجئے اس میں نئے قانون (انڈیا ایکٹ) کی رو سے پنتھ جی۔ حافظ ابراہیم۔ ڈاکٹر کاٹجو۔ اور

رفیع احمد قدوائی اور دوسرے وزرا کے ہاتھ میں یو۔پی کا انتظام دیدیا گیا تھا۔ جو ایک باقاعدہ عملے کے ذریعہ نئے قانون کے ماتحت پورے صوبہ کا انتظام کرتے تھے۔ اب دیکھئے کہ انکی جماعت کو اپنی "سلطنت" (یعنی برطانیہ) کے "قواعد" (انڈیا ایکٹ) کی رو سے "سیاسی اقتدار" حاصل تھا اور "انتظام ملکی" (یعنی صوبہ یو۔پی) انکے ہاتھ میں دیدیا گیا تھا لہذا صحیح معنوں میں اس جماعت کو (یو۔پی) کی حکومت کا نام دیا جا سکتا تھا۔

"برطانوی حکومت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا" اس بات کی مثال ہے کہ لفظ حکومت کبھی سلطنت کے معنی میں بولا اور سمجھا جاتا ہے چنانچہ اس جملہ میں "برطانوی حکومت" سے برطانیہ کی وہ جماعت مراد نہیں ہے جو اس کے نظم و نسق کو بروئے کار لاتی یا ملکی انتظام کرتی ہے بلکہ وہ رقبہ ہے جو دنیا کے دور دراز حصوں میں پھیلا ہوا ہے اور سلطنت کے ضروری عناصر اراضی آبادی، اتحاد عمل اور نظم و نسق پر مشتمل ہے اور اس لحاظ سے برطانوی حکومت کے معنی "برطانوی سلطنت" لئے جائیں گے۔

لفظ حکومت کو حکومت کے کسی ایک فرد کیلئے استعمال کرنا بھی بہت عام بات ہے چنانچہ مسٹر فضل حق اور فرانکو وغیرہ کی طرف حکومت کی نسبت اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

کسی ذی اقتدار جماعت کی ترکیب اور نوعیت کو ظاہر کرنے کیلئے لفظ "حکومت" کے استعمال کرنے کی بہترین مثالیں "کانگریسی حکومت" "جمہوری حکومت" "اتحادی حکومت" کے الفاظ ہیں

اوپر کی بحث سے کم از کم یہ بات صاف ہو گئی ہوگی کہ حکومت کے معنی میں خصوصی و امتیازی بنیاد اقتدار و فرمانروائی یعنی سیاسی غلبہ اور قانون کے نفاذ کی قوت ہے۔

اب آخر میں ہم پھر حکومت کی تعریف کو دوسرے الفاظ میں دہراتے ہیں جس سے اس کا پہلو روشن ہو جائے۔

حکومت وہ شخص یا اشخاص ہیں جن کو سیاسی غلبہ حاصل ہوتا ہے اور انکے وسیلے سے سلطنت اپنا کام چلاتی ہے یعنی نظم و نسق کو قائم کرتی اور انتظام ملکی کو سنبھالتی ہے۔

من کا میت

(از جناب ادیب رضوی اکبر آبادی)

کرشن نے گراموفون میں چابی بھر کر رکارڈ رکھا۔ رکارڈ تھا "عمر ابیت گئی ساری نہ پایا من کا میت"

"نہ بجاؤ پیارے کرشن! نہ بجاؤ" موہنی نے کہا۔

"کیوں نہ بجاؤں؟" کرشن نے پوچھا

"نہ بجاؤ"

"نہیں اسمیں مجھے لطف آتا ہے۔ اگر تم اسکا مطلب سمجھ سکتیں تو کبھی مجھے نہ روکتیں"

"اور مجھے تو اس سے دکھ ہوتا ہے" موہنی نے ایک ہاتھ پلیٹ پر رکھا اور دوسرے سے کرشن کا ہاتھ پکڑتے ہوئے جواب دیا۔

کرشن کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں مگر موہنی کی آنکھوں سے دکھ ظاہر ہو رہا تھا۔

"اگر تم اسکا مطلب سمجھتیں تو مجھے کبھی نہ روکتیں"

"میں جانتی ہوں یا نہ جانتی ہوں لیکن تم اس رکارڈ کو نہ بجاؤ"

"کیا تم جانتی ہو کہ کسکی عمر ابیت گئی۔ بولو، چپ کیوں ہو؟"

"میں کیا جانوں" موہنی نے ایک دلربایانہ انداز سے سر جھکا کر جواب دیا۔

"جب تم نہیں جانتیں تو تمہیں تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ مجھے بجانے دو"

ہاتھ چھڑاتے ہوئے کرشن نے کہا۔

"اچھا میں جانتی ہوں۔ پوچھو" موہنی نے ایک مایوسانہ انداز سے جواب دیا۔

"بتلاؤ کسکی عمر ابیت گئی"

"شاید تمہاری"

"اور من کا میت کون ہے"

"میں کیوں بتاؤں"

"نہیں نہیں بتانا پڑیگا۔ موہنی بتادو"

"موہنی نے آہستہ سے شرماتے ہوئے کہا شاید میں"

جسطرح ورق گلاب پر ڈوبتے ہوئے آفتاب کی سنہری کرنیں جھکتی ہیں اسیطرح ان دونوں کے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ جھلکنے لگی۔ ابھی محبت کا پجاری حسن و عشق کی دیوی کو اچھی طرح پوجنے نہ پایا تھا کہ کسی نے آواز دی۔

موہنی۔ کرشن بابو اتنے دنوں کے بعد آئے ہیں کچھ جلپان تو کرا دے۔"

"اچھا ماتا جی آتی ہوں" کہکر موہنی چلی گئی۔

کرشن اور موہنی ایک ہی جگہ کے رہنے والے، اور بچپن کے ساتھی تھے۔ ان دونوں میں بچپن ہی سے پریم تھا۔ ساتھ کھاتے، اور ساتھ کھیلتے تھے۔ کرشن کانپور کالج میں پڑھتا تھا اور اب گرمی کی چھٹیوں میں گھر آیا تھا۔ اسکی چھٹیاں بہت لطف سے کٹیں۔ وہ نشہ مے سے ہر وقت سرشار رہتا اور جام محبت ہر وقت اسکے گلابی ہونٹوں سے وصل کا شرف اٹھاتا تھا چھٹیاں ختم ہوگئیں اور کالج کھلنے کا دن آگیا مگر کرشن کو کچھ پتہ نہ چلا۔ اسکے والد کے کہنے پر اسے ہوش آیا۔ اسوقت اسکی ایسی حالت تھی جیسے کوئی نیند کا مارا خواب گراں سے چونکتا ہے لیکن ہوش میں آتے ہی وہ کھو سا گیا۔ دل بیقرار ہو گیا۔ امیدیں پامال ہوتی نظر آئیں۔ ہر طرف حسرت ہی حسرت کا جلوہ دکھائی دیا۔ ابھی لذت وصل کی خواب آور اور خوشگوار راتیں بھی نہ آنے پائی تھیں کہ آفتاب ہجر اپنی آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو گیا۔

یا تو کرشن کالج کے بہت تیز لڑکوں میں تھا۔ ہر وقت خوش نظر آتا۔ جبکا بیٹھا ہی نہ جاتا ہر وقت ایک نہ ایک نئی شرارت سوجھا کرتی۔ مگر اب کے کرشن کا رنگ ہی اور تھا۔ نہ کسی سے ملنا نہ جلنا۔ کالج سے واپس آکر اپنے کمرہ میں بیٹھا رہتا۔ ہر وقت پژمردہ اور کھویا ہوا۔ اگر لڑکے کبھی تفریح کے لئے اصرار کرتے تو ان سے معافی کا خواستگار ہوتا۔ موہنی کا نام لب پر اور اسکا تصور دل و دماغ میں رہتا۔ سکنڈ ایر کا امتحان ختم ہوا اور کرشن اسی روز شام کو گھر روانہ ہو گیا۔ خلاف معمول اسکے کمہلائے ہوئے چہرے پر شگفتگی رقصاں تھی۔ مگر رات بھر کے سفر کا خیال اسکو پژمردہ

کر دیا۔ وہ جلد از جلد گھر پہونچنا چاہتا تھا۔ وہ خیال سے بھی زیادہ تیز دوڑنا چاہتا تھا۔ اسکو کسی کی دید کی خواہش تھی وہ کسی کو جلد از جلد اپنے سامنے دیکھنے کی تمنا لئے ہوئے تھا۔ طوفان میل کی رفتار اسکو سست معلوم ہوتی۔ ہر آواز پر اسکو موہنی کا دھوکا ہوتا ہر جگہ اسکو موہنی ہی موہنی دکھائی دیتی کسی طرح رات ختم ہوئی اور جب وہ اپنے گاؤں کے اسٹیشن پر اترا سہانی صبح تھی۔ ہوائے دلنواز مستانہ وار درختوں کے پتوں پر محو خرام تھی اور افق مشرق میں شہ خورشید کے استقبال کیلئے سرخ مخمل کا فرش بچھایا جا رہا تھا۔ ترنم ریز طائر اپنی آوازوں سے فضا کو مست بنا رہے تھے۔ کرشن کا دل بھی کسی خیال سے بہت خوش تھا۔ تانگہ کرشن کے دروازہ پر رکا اُسنے موہنی کے گھر کی طرف دیکھا جو چند ہی گھروں کے بعد تھا۔ اسکے دروازہ کے سامنے تین چار لڑکے کھیلتے نظر آئے۔ اسمیں موہنی کا بھولا بھالا بھائی موہن بھی تھا۔ کرشن نے موہن کو آواز دی۔ موہن کرشن بھیّا کہتا ہوا دوڑ پڑا۔ کرشن نے موہن کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اور پوچھا موہن تمہارے گھر سب خیریت ہے۔ ہاں کرشن بھیّا سب اچھے ہیں۔ "دیدی چلی گئی" "کہاں چلی گئیں" ؟ کرشن نے پوچھا۔

"انکا بیاہ ہو گیا" موہن نے جواب دیا۔

کرشن کے سر پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دل بیٹھ گیا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا مگر ضبط سے کام لیکر موہن کو گود سے اتارا اور یہ کہکر کہ اچھا شام کو ملینگے زمین پر بیٹھ گیا۔ اسکو دنیا سیاہ معلوم ہو رہی تھی اسکا نخل آرزو خشک ہو چکا تھا۔ محبت کا ہرا بھرا گلشن پامال تھا۔ محبت کی وہ لہلہاتی ہوئی کھیتی جسے اسنے دو مہینے کی قلیل مدت میں معلوم نہیں کن محنتوں سے سینچا تھا اجڑ چکی تھی۔ محبت کے پجاری سے حسن و عشق کی دیوی چھین لی گئی تھی اور وہ اسکے لئے پریشان تھا۔

ان چھٹیوں سے پہلے کرشن جب اپنے گاؤں کو آیا تھا تو بہت ہنسمکھ تھا۔ سب اسکو چاہتے اور اسکی باتوں سے خوش ہوتے اور خاصکر موہنی کے گھر والوں سے کافی ربط ضبط تھا۔ مگر اب کے کرشن بہت چپ رہتا۔ اکثر قریب کے جنگلوں میں پایا جاتا یا تالاب کے کنارہ کسی خیال میں محو دیکھا جاتا۔ آہستہ آہستہ اسے بخار رہنے لگا۔ ایسی تپش جسکا کوئی علاج نہیں۔

موہنی بھی جب سے اپنی سسرال گئی بیمار ہی رہی۔ اسکا مرض بھی بڑھتا گیا۔ وہ میکے لوٹ آئی۔ ایک روز اس نے موہن سے پوچھا۔

"بھیّا موہن کیا کرشن بابو ابکی چھٹیوں میں نہیں آئے یا ہمارے گھر ہی نہیں آتے"۔
"بہت دن ہوئے وہ آبھی گئے۔ بیمار ہو گئے تھے۔ اب تو شاندار اچھے ہیں" موہن نے جواب دیا۔
"بھیّا تم دیکھنے نہیں گئے" موہنی نے پوچھا۔
نہیں جس دن وہ آئے تھے میں دروازہ پر کھیل رہا تھا۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ اور "تمہیں پوچھا تھا" موہن نے جواب دیا۔
"تم نے کیا کہدیا"
"میں نے کہدیا دی"
"تم نے کیا کہدیا بھیّا موہن۔ بتلاؤ تو سہی"
"اب تم اپنے بیاہ کی بات کیوں کھلوانا چاہتی ہو۔ دیدی۔ میں نے کہدیا کہ دیدی سسرال گئیں"
موہنی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر وہ انہیں اندر ہی اندر پی گئی اور کرشن کے نہ آنے کا مطلب سمجھ گئی۔
"کیوں موہن کرشن بابو بہت اچھے آدمی ہیں"؟
"ہاں دیدی بہت اچھے"
ایکروز موہنی کی طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ اس نے اپنی ماتا سے کہا "ماتا جی! بلا دو سب کو بلا دو اور کرشن بابو کو بھی بلا دو"
کرشن اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں موہنی بستر علالت پر لیٹی ہوئی تھی۔ جیسے ہی دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں تبسم مسکراہٹ لبوں پر کھیلنے لگی۔ کرشن اسی پلنگ پر بیٹھ گیا جس پر دل کی مالکہ، باغ محبت کی مالن، موہنی لیٹی ہوئی تھی۔ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر بولا۔
"کیسی طبیعت ہے۔ موہنی"
"اچھی ہوں۔ آپکی کرپا ہے"
"آپ کی کیسی طبیعت ہے۔ سنا تھا کہ کچھ طبیعت ناساز ہو گئی تھی"
"ہاں اب تو اچھا ہی ہوں۔ بس یہ دعا ہے کہ تم جلدی سے اچھی ہو جاؤ"
"نہیں۔ خدا نہ کرے۔ کہ میں اچھی ہوں اب وہیں ملاقات ہوگی۔ یہ سنسار رہنے کے قابل نہیں۔

تمہارے سب دکھ میں لیکے چلی جاؤں اور تم سکھ سے رہو۔" "موہنی نے روتے ہوئے کہا"
"نہیں پرماتما ایسا نہ کرے۔" کرشن نے موہنی کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔"
"کیا تم مجھے بھول گئے تھے جو آنا چھوڑ دیا تھا" ؟
"بھلا میں اور تمہیں بھول جاؤں۔ کیا تم ایسی امید کرتی ہو۔ تم تو سدا میری ہی ہو اور رہوگی۔"
"ہاں میں سدا تمہاری ہی ہونگی۔ ایک مرتبہ پھر کہنا پیارے کرشن۔
"تم سدا میری ہی ہو۔ پیاری موہنی"
"ہاں ... پیارے .... مو ہن میں ... تم ... ہاری ہی ... ر ... ہونگی"
یہ کہتے کہتے موہنی کی آنکھیں چڑھ گئیں اور ایک ہچکی کے ساتھ آواز بھی بند ہوگئی۔ کرشن نے بیتابی سے پکارا۔ موہنی۔ پیاری موہنی۔ چپ کیوں ہوگئیں۔ بولو۔ ایشور کیلئے بولو۔ لیکن موہنی کی روح جسد خاکی سے عالم بالا کی طرف کوچ کر گئی تھی۔

جہاں موہنی کا پھول سا بدن آگ کے بیرحم شعلوں سے خاکستر ہوگیا تھا وہاں ایک چھوٹا سا مندر دکھلائی دیتا ہے اور اسی کے قریب ایک بہت مختصر سی کٹیا بھی ہے جسکے چاروں طرف بیلے چمیلی اور گلاب کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اس مندر کا پجاری اور اس کٹی کا باسی ایک مجنونانہ صفت انسان معلوم ہوتا ہے جو صبح و شام ایک ڈھیر پر تھوڑا سا پانی چھڑکتا ہے اور کچھ پھول چڑھاتا ہے ہر وقت اس ڈھیر کے سامنے بیٹھا ہوا دیکھا جاتا ہے اور اکثر وہ شیریں "عمریا بیت گئی ساری نہ پایا من کا میت" ایک پُر درد آواز میں گاتا ہوا پایا جاتا ہے۔

ایک غزلگو سے

از جناب جرم [illegible]

مری نواؤں میں جا دو مری نگاہ لطیف — تری فغاں میں تصنع تری نگاہ کثیف
مرے خیال کا پرتو ہیں عرش و لوح و قلم — ترے خیال کی پرواز قافیہ و ردیف

اٹلی میں عورت کی حیثیت

(از جناب بدر الدین الحسنی اصلاحی)

جس طرح تاریکی کبھی روشنی نہیں ہوسکتی، بالکل اسی طرح فاشزم کے دوران استیلا میں عورتوں کو آزادی نصیب نہیں ہوسکتی۔ فاشزم جسکی بنیادیں جبر وقہر، الات واستبداد پر قائم کی گئی ہے عورت کو صرف اس قابل سمجھتا ہے کہ نکیل ڈالکر کسی جابر وقاہر کے پنجۂ قہر میں ڈالدی جائے۔ عورت کی خدمت ملک کیلئے اتنی ہی بہت کافی ہے کہ وہ صرف ایسے بچے پیدا کردے جو اٹلی کی ظالم فوجوں کی درندگی کو بڑھانے میں شریک ہوسکیں، اگر کسی عورت نے ایسے بچے جن دیئے جنے میدان جنگ میں اسکی وحشیانہ عظمت کو برقرار رکھنے میں خون کی نذر پیش کردی تو فاشزم کے عقیدہ میں اس نے اپنے مقصد وجود کو پورا کردیا۔ میوسینی نے ایمل لاڈفیج سے دوران گفتگو میں ایک مسئلہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر میں عورت کو حق انتخاب دیدوں تو میری اس غلطی پر دنیا کی آیوالی نسلیں بہت ہنسیں گی اسلئے کہ وہ حکومت جو ہمارے اصول ومبادی پر ہو کسیطرح اپنی عملی فہرست میں عورت کو جگہ نہیں دے سکتی۔ حکومت کی جد وجہد اور سرگرمیوں میں میرے نزدیک عورت کا جو حصہ ہے اسکو میں نے بتادیا۔ میری رائے بلا شبہ عورت کی آزادی کے موافقت کرنیوالوں کے بالکل برعکس ہے۔ البتہ عورت کا صرف فرض یہی ہے کہ وہ ہر معاملہ میں تقلید واطاعت کے دامن سے وابستہ رہے" نیز یہ بھی کہا کہ وہ اپنے بزرگوں میں سے کسی کو تعجب وتحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ سوائے اس دادا کے جس نے دو مرتبہ اپنی بیوی کے سینہ میں خنجر بھونک دیا تھا اور بالآخر قانونی مصیبتوں سے بچنے کیلئے فرار کے دامن میں پناہ لی پھر فخر وتحسین کے لہجہ میں کہا کہ "مردانی الاصل کی یہی شان کبریائی ہے"۔

فاشزم کی اس رائے نے اسی وقت سے عملی جامہ پہن لیا جب سے کہ اٹلی کی

حکومت مسولینی کے دست قہر میں آئی۔ سب سے پہلے یہ قانون نافذ ہوا کہ عورت گیارہ سال سے زائد عمر کی بچوں کو تکوین اخلاق یا موجودہ سرگرمیوں کی تعلیم نہیں دے سکتی۔ جس کی وجہ سے عورت محکمہ تعلیم سے بالکل الگ ہو گئی کیونکہ جب وہ گیارہ سال کے بچوں کو تعلیم نہیں دے سکتی ہے تو ان سے بڑوں کو پڑھانے کی کب اجازت ملے گی، اور ظاہر ہے کہ بچے گیارہ سال کی عمر سے بیشتر جن معلومات کے محتاج ہیں وہ ابتدائی علم سے بھی نیچے کا زینہ ہے اور انسانی عقل کا فطری ادراک ہے، مسولینی نے ایسا حکم اس لئے جاری کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ سن طفولیت ہی سے بچوں کے صفحہ ذہن میں وہ خیالات نقش کر دے جو عقیدہ فاشزم کے بالکل مطابق ہو۔

اٹلی سے باہر رہنے والوں میں سے بہت کم لوگوں کو ان حالات کا علم ہوگا۔ جو اٹلی میں عورت کو غلامی اور تقلید پرستی پر مجبور کرنے کیلئے رونما ہوئے۔ اٹلی نے عورت کو غلام بنانے کیلئے بہت سے قانونی سفاک قدم بڑھائے ہیں جن کی پوری تفصیل یقیناً باعث غم و غصہ ہے۔ فاشزم کی حکومت سے پہلے، اٹلی میں سن ازدواج دوشیزہ کیلئے پندرہ سال اور لڑکوں کیلئے اٹھارہ سال تھا، مسولینی نے بجائے اس حد کو ایک ایسی عمر تک بڑھانے کہ جس میں دونوں جنسوں میں اسکی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے کہ اپنے اجتماعی فرائض کو سمجھ سکے اور کم سے کم عورت کیلئے چودہ سال اور مرد کیلئے سترہ سال کر دیا۔ عورت کے حق میں اس سبی حکم کا مطلب صرف یہی ہے کہ عورتوں کی شخصیت کو بالخصوص والدین کے اختیار میں موہوب دیا جائے، کیونکہ اس عمر میں عورت سوائے اسکے کہ والدین کے حکم کی مکمل تقلید کرے کسی دفاع کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

اٹلی میں نیا قانون یہ بھی نافذ ہے کہ عورت کے سرپرست اگر اپنی اپنی زوجہ کی تربیت اور اولاد کی تربیت کیلئے "جسمانی سزائیں" بھی دے دیں تو قابل مواخذہ نہیں ہے۔ قانونی بازپرس صرف اسی صورت میں ہوگی جب اسکی سزا اتنی سخت ہو کہ کوئی جسمانی نقص یا عصبی نظام درہم برہم ہو جائے اس صورت میں بھی اس خوفناک تشدد کی جو سزا ہوگی صرف اتنی ہے کہ مرد کو چھ ماہ قید ہو جائیگی حالانکہ بیوی پر جسمانی تشدد کے جرم میں پہلے اٹلی میں پانچ سال کی سزائے سخت تھی جسکا مطلب

یہ ہے کہ ایک اطالوی مرد اپنی بیوی اور لڑکیوں کو جتنا چاہے پیٹ سکتا ہے مگر صرف اس کا خیال رکھے کہ ہڈیوں کا برادہ نہ ہو یا چہرے کا رنگ وروغن اتنا نہ بگڑے کہ عورت کی شناخت ہی مشکل ہو جائے۔ اگر اس ظالم مرد نے تشدد کا ایسا برتاؤ کیا کہ اسکی روح بھی پرواز کر گئی تو اسکی سزا صرف آٹھ سال قید با مشقت ہے۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے مظالم سے تنگ آکر بھاگ جائے تو پولیس اسکی تلاش میں اس طرح سرگرداں رہے گی جسطرح سوسائٹی کے سب سے بڑے مجرم چور اور ڈاکوؤں کی تلاش میں مشغول رہتی ہے۔ اگر پولیس نے گرفتار کر لیا اور وہ اپنے مکان واپس جانے سے انکار کرتی ہے تو اسے ایک سال قید سخت کی سزا دیجائے گی، یا بشرط استطاعت دس ہزار اطالوی سکہ "لیرہ" بطور جرمانہ داخل کرے۔ اسکا کچھ خیال نہیں کیا جاتا کہ والدین نے اسکی شادی اسکی مرضی اور خواہش کے خلاف چودہ سال کی عمر ہی میں کر دی تھی جو اسکی واضح دلیل ہے کہ اس ظالم شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا عہد اس نے نہیں کیا تھا۔ بلکہ اسکے والدین نے کیا تھا۔

اٹلی میں اگر عورت اپنے شوہر سے معاملۂ ازدواج میں خیانت کرے تو دو سال کی سزا دیجائیگی حالانکہ یورپ میں اس جرم پر اتنی بڑی سزا تو کوئی حکومت فرض ہی نہیں کر سکتی۔ بلکہ ایسی بھی حکومت بہت مشکل ہی سے ملے گی جو اس فعل کو قانونی خلاف ورزی بھی تصور کرے، اسکے برعکس اگر شوہر اپنی بیوی سے خیانت کرتا ہے تو اسکے لئے اٹلی کی کتاب جرائم کے صفحات میں کوئی تعزیر نہیں۔ لیکن اگر مرد علی الاعلان عیاشی شروع کر دے اور ذلت و رسوائی کی رنگین داستان کوچہ کوچہ کی زبان سے سنائی دینے لگے تو ایسی حالت میں باز پرس کیجائے گی، تاہم اٹلی کا کوئی ایسا محکمہ نہیں ہے جو ان مردوں پر فرد جرم عائد کر سکے اجس کے ذریعہ سے اٹلی میں "آزادی پسند اکثریت" کی حکومت قائم کی گئی ہے۔

اٹلی کی حکومت کا رائج قانون ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے تجدد شرف کی حفاظت اور ناموس کی رسوائی سے بچنے کیلئے قتل کے جرم کا مرتکب ہوا ہے تو سات سال قید کیا جائے گا لیکن فاشزم پرستوں کی یہ قید محض نمائشی ہے، مرد اس کے پردہ میں اپنی خواہشوں کی تکمیل میں اس جرم سے بھی باسانی آزاد ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی جج یہ نہیں ثابت کر سکتا کہ یہ حادثہ

"خاندانی ناموس" کی حفاظت کیلئے نہیں ہوا ہے۔

اس طرح کا قانون انا نیت پسند، تاہر اور بربریت پرست حکومت کے سوا کوئی پاس نہیں کرسکتا کہ مرد عورتوں کو چہار دیواری کے اندر بند کردے، اور مرد عورت کے لئے ظلم و جبر کا خونخوار درندہ بن جائے۔

مزید برآں اگر عورت ان مظالم سے گھبرا کر "خلع" کرانا چاہے تو اس صورت میں بھی حکومت کا قانون اس مرد کی بھی حمایت کرتا ہے جو روز و شب "اغوا" جیسے قبیح جرائم کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ مرد اسیوقت مجرم سمجھا جاسکتا ہے اور مظلوم عورت کو "خلع" کی اسیوقت اجازت نصیب ہوسکتی ہے جب مندرجہ ذیل چند شرطیں پائی جائیں۔

(۱) ملزم شادی شدہ ہو (۲) یہ ثابت کردیا جائے کہ اس نے بدکاری کی غرض سے اپنی شادی کے معاملہ کو عورت سے مخفی رکھا (۳) بدکاری اس دھوکہ کے جال میں لاکر کی گئی ہو کہ وہ اس سے شادی کرے گا۔ اگر یہ شرطیں پائی جائیگی تو دو سال تین ماہ قید کی سزا دی جائیگی۔ لیکن اگر مرد نے ثابت کردیا کہ عورت خود ارتکاب جرم کی باعث ہوئی ہے تو الزام سے بری ہوجائیگا۔

قدیم قانون تھا کہ اگر عورت "غصب" کے جرم کی ملزم ہوگی اور اس کی عمر سترہ سال سے متجاوز ہو تو سات مہینے کی سزا قید ہوگی۔ لیکن جدید حکومت اور قانون نے سترہ سال کی مدت بلوغ کو کم کرکے چودہ سال کردیا اور قید کی مدت بڑھاکر تین سال کردی۔

رنگ تغزل

(قیصر سخن حضرت سرور الہ آبادی)

ہوائے فصل گل میں موج دور جام ہوتی ہے
چمن کی صبح مجھکو میکدے کی شام ہوتی ہے

بہار میکدہ کس درجہ خوش انجام ہوتی ہے
کہ ہر مے کش کے ساغر میں مئے گلفام ہوتی ہے

جہاں کی فکر سے آزاد کب مدہوش الفت ہیں
انہیں ساغر کی گردش گردش ایام ہوتی ہے

یہ آئین محبت میں سزا پائی کوئی دیکھے
خطا دل کی ہے لیکن آرزو بدنام ہوتی ہے

تماشا دیکھتا رہتا ہوں میں پر کیف آنکھوں کا
مری چشم تمنا کب گدائے جام ہوتی ہے

کہاں سرشار الفت کو ہوس لبریز ساغر کی
نگاہِ مست ساقی حاصل صد جام ہوتی ہے

کسی کے جور بے پایاں کا شکوہ میں نہیں کرتا
کہ اس سے آرزوئے دل مری بدنام ہوتی ہے

کہاں تقدیر میں بلبل کی نظارہ گلستاں کا
چمن کی سیر بھی مثلِ خیالِ جام ہوتی ہے

یہ سازِ عشق کی نیرنگ کاری دیکھئے سرور
مری فطرت محبت میں عبث بدنام ہوتی ہے

نوائے شاعر

(از جناب ایم، الف باسو صاحب جہانسی)

قوت میرے دل کی گہرائیوں میں اگتی ہے۔ میں اسکو کاٹتا ہوں، اسکی بالیوں کو جمع کرکے بھوکوں کو لٹا دیتا ہوں — روح اس انگور کے چھوٹے سے پودے کو پرورش کرتی ہے، میں اسکے خوشہ کو نچوڑتا ہوں اور اس سے پیاسوں کی تشنگی بجھاتا ہوں آسمان اس چراغ میں تیل ڈالتا ہے، میں اسکو روشن کرتا ہوں اور اپنے گھر کی کھڑکی پر رکھدیتا ہوں تاکہ اندھیرے میں گذرنے والوں کو روشنی پہونچے — میں ان تمام چیزوں کا فاعل ہوں کیونکہ میں اسی وجہ سے زندہ ہوں — جب میں ایسا کرنے سے مجبور ہو جاؤنگا تو پھر میرے لئے موت ہی اچھی ہے۔

دنیا، تیز و تند ہواؤں کی طرح پریشان و بے چین ہے — میں سکون و اطمینان کے ساتھ آہیں بھر رہا ہوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہوا کی تیزی و تندی کو زوال ہے اور زمانہ کی موجیں اسکو نگل جاتی ہیں، وہ فنا ہو جاتی ہیں، مگر آہوں کو فنا نہیں، وہ ابد تک قایم رہینگی۔

دنیا والے برف جیسی ٹھوس اور ٹھنڈی مادی چیزوں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور میں شعلۂ محبت کی جستجو میں ہوں تاکہ اسے اپنے سینہ سے لپٹا لوں اور وہ میرے دل و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے فنا کر دے، اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ انسان کو بلا کسی اذیت کے فنا کر دیتا ہے۔ محبت! محبت انسان کو دکھ اور درد دیکر زندۂ جاوید بنا دیتی ہے۔

انسان قبیلوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں اور میں؟ میں اپنے کو سارے شہر میں اجنبی پاتا ہوں، میں ایک قوم سے بالکل الگ تھلگ ہوں، ساری زمین میرا وطن ہے، سارے انسان میرے اپنے ہیں کیونکہ انسان کو میں الگ کردہ مخلوق پاتا ہوں، انکی بے وقوفی ہے کہ وہ اپنی ذات کو تقسیم کرتا ہے — دنیا تنگ ہے مگر آدمی اسکو ملکوں اور شہروں میں بانٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

انسان روح کو برباد کر رہا ہے اور جسم مادی کی تعمیر میں ایک دوسرے کی امداد کر رہا ہے لیکن تنہا میں ہوں کہ روح کی فریاد کو کان لگائے سن رہا ہوں۔ میں اپنے دل کی گہرائیوں سے تمنائیں اور آرزوؤں کی آواز سن رہا ہوں۔

میں اپنے ملک کی خوبصورتی سے مسرور ہوتا ہوں۔ اسکے بسنے والوں کی ہلاکت و بربادی پر ترس آتا ہے۔ لیکن جب وقت میری قوم وطن کی حفاظت کے لئے کھڑی ہو جائے اور میرے دوسرے ہمسائے وطن کی طرف روانہ ہوں، اسکو لوٹ لیں اسکے بسنے والوں کو قتل کر ڈالیں اسکے بچوں کو یتیم کر دیں۔ اسکی عورتوں کو بیوا کر دیں، اور وطن کی سرزمیں اسی کے جانبازوں کے خون سے سیراب کریں، اسکے درندوں کی بھوک اسی کے نوجوانوں کے گوشت سے دور کریں — تو میں اسکو بھی ناپسند کرتا ہوں کیونکہ وہ بھی میرا ملک ہے اور وہاں کے رہنے والے بھی میرے ملک کے رہنے والے ہیں۔

میں اپنی جنم بھومی کا گیت گاتا ہوں اور اسکے قصیدے پڑھتا ہوں — میں اپنے وطن سے محبت کرتا ہوں لیکن اگر کوئی مسافر گذرے اسے کسی گھر میں ٹھہرنے کی خواہش ہو۔ کھانا مانگے مگر بجائے ٹھہرانے کے اسے نکال دیا جائے، کھانا کھلانے کی جگہ بدکلامی کی جائے تو — میرے وطن کا نغمہ مرثیہ ہوگا — محبت نفرت سے بدل جائیگی، اور میں اپنے سے کہونگا کہ جو گھر کسی محتاج کو روٹی دینے اور ٹھہرانے سے انکار کر دے بہتر ہے وہ تباہ اور ویران ہو جائے۔

میں اپنی جائے پیدائش سے محبت کرتا ہوں کہ وہ میرے ملک کی ایک جگہ ہے، میں اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں کہ وہ زمین کا ایک حصہ ہے اور میں تو ساری دنیا سے الفت و محبت رکھتا ہوں اسلئے کہ روح الوہیت جو انسانیت میں پائی جاتی ہے، زمین پر ہے۔

انسانیت مقدسہ زمین پر روح الوہیت ہے لیکن وہ شرانت نفس ویرانوں اور جھونپڑوں میں ہے، اسکا جسم پاکیزہ پھٹی پرانی چادروں میں چھپا ہوا ہے وہ انسانیت وہاں چھپی ہوئی ہے، گرم گرم آنسو اسکے شفاف گالوں کو داغدار بنا رہے ہیں، وہ اپنی اولاد کو پکار رہی ہے، آواز دے رہی ہے وہ آواز جس سے ساری فضا، میں درد و غم کی لہریں دوڑ گئی ہیں لیکن انسان عصبیت کے شور و غل میں اسکی طرف دھیان بھی نہیں دیتا۔

انسانیت قوموں کو اپنی طرف بلا رہی ہے لیکن کوئی نہیں سنتا، اگر کسی نے سن بھی لیا اور اسکے پاس آکر آنسو پونچھتا ہے۔ ہمدردی کرتا ہے تو دنیا والے کہتے ہیں کہ آنسو کمزور دل پر اثر کرتا ہے۔ اسے بھی چھوڑ دو یہ کمزور ہے۔

انسانیت روح الٰہی ہے زمین پر، وہ الوہیت جو تمام قوموں میں پھیلی ہوتی ہے جو بڑی شفقت سے بات کرتی ہے، جو شاہ راہ زندگی کی طرف دعوت دیتی ہے مگر انسان اسکی تعلیم اور باتوں کی ہنسی اڑاتا ہے، اسکی دعوت و پکار کا مذاق اڑاتا ہے۔ وہی پیغام جسکو کل ناصری کی زبان سے دنیا والوں نے سنا تھا اور انہیں پھانسی دیدی، وہی دعوت جسکی طرف سقراط نے بلایا تھا مگر اسے زہر دیدیا، وہی باتیں جسکو آج بھی انسان نے سنا اور سنانے والوں نے پکار پکار کر ناصری و سقراط کا نام لیا مگر انسان کے ہاتھ انکے قتل سے معذور ہیں۔ لیکن پیغام دینے والوں کا مذاق اب بھی اڑایا جاتا ہے یہ مذاق اور استہزا قتل سے بھی زیادہ دردناک اور تکلیف دہ ہے۔

"یروشلم" ناصری کو فنا نہیں کر سکا ناصری زندۂ جاوید ہے، ایتھنس سے سقراط کو زہر پینے کی سزا ملی مگر آج وہ بھی ابدی زندگی سے ہم آغوش ہے ۔ یہ استہزا اور مذاق بھی انسانیت و الوہیت کی پکار پر چلنے والوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے، وہ ابد تک زندہ رہینگے ہاں ابد تک۔

تم میرے بھائی ہو اسلئے کہ ہم دونوں ایک ہی پاک روح کلی کے پرتو ہیں، تم بھی میرے ہی جیسے ہو کیونکہ ہم ایک ہی مٹی کے بنے ہیں اور دونوں ہی جسمانی قید میں گرفتار رہینگے، تم شاہراہ حیات کے میرے ساتھی ہو، اور تم اس حقیقت کے معلوم کرنے میں میرے ہم نوا ہو جو تمہارے ادراک سے پوشیدہ ہے، تم بھی میری طرح ایک انسان ہو اسلئے میں تم سے محبت کرتا ہوں، میرے بھائی تم مجکو جو چاہو کہو، کل فیصلہ ہوگا اور تمہاری بات اسکے حکم و انصاف کے آگے ایک شہادت ہوگی تم میری جو چیز چاہو لے لو کیونکہ وہ ایسی چیز نہیں ہے جس میں تمہارا حق نہ ہو، ایسی دولت نہیں ہے جس سے میری خواہشات کو کوئی تکلیف پہنچے، اگر میری چیز دولت میں سے تم کو کوئی چیز اچھی لگے تو تم کو حق ہے کہ لے لو۔

میرے ساتھ جو چاہو کرو، تم میری حقیقت اور میری اصل کا ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے، تم میرا خون بہادو اور میرا جسم جلا ڈالو تو بھی نہ تو تم میری روح کو تکلیف پہنچا سکتے ہو اور نہ اسکو فنا کر سکتے ہو۔

تم میرے پاؤں میں بھاری بھاری زنجیریں ڈال کر تاریک قید خانہ میں پھینک دو لیکن میرے تخیل کو نہیں گرفتار کر سکتے —— وہ آزاد ہے نسیم کی طرح ، جو ساری فضا میں پھیلی ہوئی ہے جسکی کوئی حد ہے نہ انتہا —— تم میرے بھائی ہو ، میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔ جب تم اپنی جامع مسجد میں سجدہ کر رہے ہو یا اپنی ہیکل میں رکوع کر رہے ہو یا اپنے گرجا میں دعائیں کر رہے ہو ، میں اور تم ایک ہی دین کے بیٹے ہیں اور وہ روح ہے ، اس دین کے زعما کی انگلیاں الوہیت مقدسہ کے پاک ہاتھوں میں ہے جو کمالِ نفس کی دعوت دے رہی ہے ۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں اس حقیقت کی محبت کی وجہ سے جو عقل عام سے نکلتی ہے وہ حقیقت ، جسکو میں بے بصارتی کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا لیکن یقین ہے کہ وہ حقیقت مقدسہ ہے اس لئے کہ وہ اعمال نفس ہے —— وہ حقیقت جو عنقریب عالم باقی میں میری حقیقت سے بغل گیر ہو جائیگی پھر دونوں ایک ہو جائینگی جسطرح کلیوں کی سانس کہ وہ دونوں ملکر ایک حقیقت ہو جائینگی ۔ محبت وجمال کی معیت میں وہ بھی ابد تک قائم رہینگی ۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لئے کہ میں نے تمکو ظالم طاقتوروں کے سامنے کمزور پایا ہے ۔ تیری حالت دیکھ کر میں رونے لگا ، اور آنسوؤں کی آڑ سے میں نے دیکھا کہ تو عدل اور انصاف کی آغوش میں ہے ، وہ مسکرا مسکرا کر تیرے دکھ دینے والوں کی ہنسی اڑا رہا ہے ، تم میرے بھائی ہو ، میں تم سے محبت کرتا ہوں ۔

میرے بھائی آؤ ! ہم ایسے مجسمے بنائیں جو گلے مل رہے ہوں اور محبت کا راگ الاپ رہے ہوں ۔ تم کہہ سکتے ہو کہ بقائے ذات ، یہ انسان کا فطری واولین جذبہ ہے لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ ظالم اور لالچی دوسروں کو غلام بنانے اور ان پر تسلط جمانے ہی کو حفاظتِ ذات اور بقائے ذات مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی بقا اسی میں ہے کہ دوسروں پر قبضہ کیا جائے اور میں کہتا ہوں کہ انسانیت اعلیٰ اور اسکا مقصد یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق کی حفاظت کی جائے ۔

اگر میری زندگی اور میرا وجود دوسروں کے فنا ہونے پر قائم ہو تو میرے لئے موت ہی بہترین چیز ہوگی ۔ اگر کوئی مجھے ایسا نہ ملا جو مجھے میرے اوپر ایک احسان اور کرم کرتے ہوئے قتل کردے تو میں خود اپنے کو ابدی راحت کے آغوش میں پہنچا دونگا ۔

میرے بھائی! یہ خودی اور انانیت فخر بے جا ہے، فخر بھائی ہے عصبیت کا اور عصبیت نے پیدا کیا ہے غلبہ کو، اسکی وجہ سے تمام لڑائیاں اور جھگڑے ہیں — روح انسانی کہتی ہے کہ غلبہ حاصل کرو۔ حکمت و انصاف پر، اور جہالت و ظلم کو مٹادو۔ لیکن انسان اسکی بجائے لوہے کی کانوں پر قبضہ کرتا ہے، اور وہاں سے ہتھیار بنا کر جہالت، ظلم اور خون ریزی پھیلاتا ہے۔ اسی قوت و غلبہ کے جنون نے بابل کو تباہ کیا، یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی، روما کا تختہ الٹ دیا۔ یہ وہی ہے جس نے قاتلوں اور ظالموں کو پیدا کیا اور انسان نے انکو ہیرو کا خطاب عطا کیا، کتابوں میں انکے کارنامے ہیں، کتابیں ان کے واقعات اور کارناموں کو اپنے پیٹ میں رکھنے سے انکار نہ کرسکیں، جسطرح کہ زمین باوجود ان کی خون ریزیوں اور مظالموں کے پاک خون سے ہاتھ رنگنے کے بعد بھی ان کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھانے سے انکار نہ کرسکی،

میرے بھائی! تم کس فریب میں اور کس دھوکے میں آگئے کہ جو تمہیں دھوکہ دے جو تمہارا خون ناحق بہائے وہی تمہارا محافظ ہے۔

حقیقی طاقت اور حکومت وہ ہے جو قانون فطرۃ کے عین مطابق انصاف کرے۔ یہ کونسا حکومت کا عدل ہے کہ قاتل کو قتل کردے۔ اور لاکھوں عورتوں کو بیوا بنادے؟؟

تم میرے بھائی ہو میں تم سے محبت کرتا ہوں، اور محبت — یہی عدل ہے، تمہاری محبت کی وجہ سے، تم دنیا کے چاہے کسی حصہ میں رہو، میں انانیت کے بدشکل اور مہیب چہرہ کو محبت اور پاکیزہ محبت کی نقاب میں چھپا دونگا۔

"تم میرے بھائی ہو میں تم سے محبت کرتا ہوں"۔ (ترجمہ)
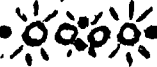
جامِ جہاں نما

۱۱ دسمبر - سیدی برانی پر برطانیہ کا قبضہ ۱۲ دسمبر شہر برمنگھم پر جرمنی کا شدید ہوائی حملہ - مغربی ریگستان میں اٹلی کا ناکام ہوائی حملہ - البانیہ کے اسّی میل وسیع محاذ پر لڑائی - لارڈ لوتھین سفیر برطانیہ امریکہ کا انتقال - ہنگری اور یوگوسلاویہ میں دوستانہ معاہدہ پر دستخط - وزیر ہند کی تقریر ہندوستان اور جمہوری نظام کی حمایت کے ساتھ پاکستان کی مخالفت - اٹلی کے تین ڈویژنوں کی بربادی - ۳۰ ہزار سپاہی اور تین جنرلوں کی گرفتاری - ترکی میں لام بندی - روس کی بلغاریہ کو دھمکی - اگر جرمنی فوجوں کو راستہ دیا تو وہ ساحل بحر اسود پر قابض ہوگا -

۱۳ دسمبر - برطانوی فوجوں کے لیبیا میں اطالوی فوج کا قلع قمع - جرمن ہوائی جہازوں کا شمالی انگلینڈ پر سخت حملہ ایک شہر کو شدید نقصان - ٹانجیر میں اسپین کا تسلط بین الاقوامی نظام کا خاتمہ - برطانیہ کا احتجاج - مسٹر رفیع احمد قدوائی وزیر [illegible] کی گرفتاری - اٹلی کے دو ڈویژن کی تباہی، اور دو جرمنوں کی گرفتاری - اطالوی فوجوں کا ساحلی کرانا خالی کر کے یونانیوں سے مقابلہ - روس و چین میں تجارتی معاہدہ -

۱۴ دسمبر - برطانوی فوجیں اسوم تک پہونچیں - پنجاب گورنمنٹ کے ایم - ایل - اے قیدیوں کو اے کلاس کا حکم - یونانیوں کا کیمارا کے ایک شہر تک دھاوا - اطالوی فوجوں کی پسپائی - جاپان کی شہر کنمنگ پر بمباری چین کے ۴۴ ہوائی جہاز تباہ - چینی ہند اور سیام کی جھڑپ

۱۵ دسمبر - [illegible] بمباری، ایک پل تباہ - ایم لاول وزیر دوم فرانس کی گرفتاری - مارشل پیتین کے خلاف سازش - یونانیوں کا تین مقامی پہاڑیوں پر قبضہ - انگریزی فوج [illegible] بحری بیڑے کا حملہ - اطالویوں کی پسپائی - حافظ محمد ابراہیم وزیر امور عامہ کی گرفتاری -

۱۶ر دسمبر۔ ہز اکسلینسی کی تقریر۔ بجلی پیشکش سے زیادہ دینے سے انکار۔ انگریزی فوجوں کا لیبیا میں داخلہ، سولم اور کپتزو کے قلعہ پر قبضہ۔ برطانیہ کی روس کو تنبیہ۔ اندرونی معاملات میں مداخلت نہ دو۔ برلن کیل کے ہوائی اڈوں پر بمباری۔ ترکی وفد کی ہندوستان میں آمد۔

۱۷ر دسمبر۔ برطانیہ نے امریکہ سے امداد کی باضابطہ اپیل کی۔ اناطولیہ کے علاقہ میں زبردست سیلاب۔ ترکی میں برف کے طوفان۔ اطالوی فوجوں کی البانیہ میں سمندر کی طرف پسپائی۔ اٹلی کے تین قلعوں سد شغرزن سیدی برانی پر برطانیہ کا قبضہ۔ جرمنی کا کاشفلڈ پر حملہ۔ سوئٹزرلینڈ پر بمباری۔ چار آدمی ہلاک۔

۱۸ر دسمبر۔ موسیو لاول کی رہائی۔ جرمنی کی مسلح فوج کا اٹلی میں ورود۔ انگریزی افواج کا بارڈیا کا محاصرہ۔ پریذیڈنٹ روزولٹ نے اپنی اسکیم کے ماتحت برطانیہ کو امدادی قرضہ دینے کا اعلان کیا۔ البانیہ میں لڑائی جاری ہے۔

۱۹ر دسمبر۔ یونان کی البان کے قریب زبردست گولہ باری۔ جرمن کی فوجوں کا بلغاریہ میں مزید داخلہ۔ انگریزی فوجوں کا بارڈیا میں داخلہ۔ اطالوی سمالی لینڈ میں ریوز کی چوکی پر قبضہ۔ سر سکندر حیات کی مصر کو روانگی۔ پریذیڈنٹ روزولٹ نے برطانیہ کو ۳ ہزار ۲۵ ملین ڈالر قرض دینے کا وعدہ کیا۔

۲۰ر دسمبر۔ یونانیوں کا اہم مورچوں پر قبضہ، ٹی بیلنی ویلونا پر بمباری۔ برطانیہ کی ۱۲ ہزار ہوائی جہاز۔ ۲ ہزار ٹینک ۲ ہزار بانجو ہتھیار کی امریکہ کو فرمائش۔

علمی معلومات کا خزانہ

جس قسم کی کتابوں کی آپ کو ضرورت ہو آپ ہم سے طلب فرمائیں۔ زیادہ تعداد کی خریداری پر ہم آپ کو معقول کمیشن دینگے۔ ہمارے یہاں ہر مذاق کی کتابیں موجود رہتی ہیں ہم سے زیادہ سستی کتابیں اور قرآن پاک وغیرہ اور کوئی نہیں دے سکتا۔ آپ ایک مرتبہ ہم سے معاملہ کرکے تجربہ کیجئے۔

ملنے کا پتہ۔ (مولوی) محمد داؤد مالک بکڈپو متصل گورنمنٹ ہائی اسکول جون پور

ایک مرتبہ اسکو ضرور پڑھئے

جوھری گیسو دراز تیل

آپ نے سینٹ پر تیار کئے ہوئے مختلف قسم کے تیل خریدے ہونگے مگر استعمال کرنیکے بعد بجز کف افسوس ملنے کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا ہوگا - آیئے ایک اور صرف ایک مرتبہ خالص تیل پر بنائے ہوئے "جوہری گیسو دراز تیل" کو استعمال کیجیے، یہ تیل دماغ کی خشکی، دردِ سر اور چکر کو دور کرتا، مغز میں طاقت بخشتا، بالوں کو مضبوط کرتا، دماغ میں تراوٹ پیدا کرتا، آنکھوں کی روشنی بڑھاتا، رات میں راحت دیکھ کی نیند سلاتا ہے۔ ایک بار ضرور استعمال کیجئے - قیمت - ایک شیشی ۱۲ر تین شیشی ۲ؔ/۲ر

جوھری منجن

یہ منجن بالکل سپید اور سفوف کیطرح باریک ہے - بیحد مقبول و مرغوب ہے، دانتوں سے خون آتا ہو، منہ میں دانے ہوں، پیریا کی شکایت ہو، منہ سے بدبو آتی ہو، مسوڑے کمزور ہوں، تھوک زیادہ آتا ہو، یا دانتوں میں اور کسی قسم کی شکایت ہو اسکے استعمال سے سب رفع ہو جاتی ہیں، یہ منجن جسطرح باطنی طور پر اچھا ہے اسیطرح ظاہری طور پر بھی بہت عمدہ اور خوشبودار ہے، اور عورتوں، مردوں، بوڑھوں کو چاہیے کہ اسکو ہمیشہ استعمال کریں قیمت - فی شیشی ۱ر بڑی شیشی ۲ر فی پکیٹ بڑا ۴ر

جوھری مسی

یہ مسی نہایت خوشبودار ہے دانتوں کو سیاہ کرنے کیساتھ ساتھ خوشبودار بنا دیتی ہے، عورتوں کو چاہیے کہ وہ ایک مرتبہ ہماری تیار کردہ مسی استعمال کریں - قیمت فی پڑیہ ر

جوھری انجن

آشوب چشم - جالا - پھولا - ناخونہ - رو ہا کھجلی - پانی آنے کیلئے بیحد مفید ہے - بچوں کی آنکھیں آشوب کرآئی ہوں اسکے لگانے سے چند روز میں فائدہ ہوتا ہے - قیمت فی ڈبیہ ۱ر

سفید سرمہ

آنکھ کے تمام امراض کیلئے اکسیر ہے آنکھوں سے پانی آتا ہو، آنکھیں کھجلاتی ہوں گڑتی ہوں، سرخ ہوں، ان شکایتوں کو فوراً دور کر دیتا ہے بکثرت حضرات اسکا تجربہ کر چکے ہیں۔ آپ بھی اسکا ضرور استعمال کریں - قیمت فی شیشی ۲ر

جوہری اکسیر داد مرہم

داد پرانا ہو یا نیا، یہ دوا صرف ایک ڈبیہ میں اپنا اثر جادو کی طرح دکھاتی ہے اور داد کو جڑ سے دور کر دیتی ہے -

قیمت فی ڈبیہ ۱ر

ملنے کا پتہ :- (مولوی) محمد داؤد مالک داؤد بکڈپو متصل گورنمنٹ ہائی اسکول جونپور

ضیاء اللہ محمد شیث پرنٹر و پبلشر نے جونپور پرنٹنگ ورکس جونپور میں چھپوا کر دفتر "مستقبل" سے شائع کیا